محمد بن عبدالوہاب کی دعوتی خدمات

اور عالم اسلام پر اسکے اثرات

تحریر: چوہدری محمد یسین ظفر پرنسپل: جامعہ سلفیہ

نجد کا علاقہ شرک و بدعت کا گڑھ تھا محمد بن عبدالوہاب نے یہیں سے عقیدہ کی درستگی کا آغاز کیا

اسلام کی تعلیمات اور اسکا پیغام کھلی کتاب کی طرح ہے۔ جس شخص تک بھی یہ آواز پہنچتی ہے اسے مکمل حریت حاصل ہے کہ وہ غور و فکر کرے، دل مطمئن ہو تو خندہ پیشانی سے قبول کرے۔ لیکن دین اسلام کی یہ خوبی ہے کہ آج تک کسی شخص کو زبردستی دائرہ اسلام میں داخل نہیں کیا۔ اور یہ اسلام ہی کا وصف ہے کہ اس نے مکمل حریتِ فکر عطا کی ہے۔

اسلام ایک تحریک اور ایک دعوت ہے جس کا آغاز رسول اکرم ﷺ نے فرمایا۔ آپ نے مکی اور مدنی زندگی میں مختلف اسلوب اختیار کئے۔ بالخصوص آپ کی مکی زندگی اور اسکا طریقہ ہم سب کیلئے مثالی نمونہ ہے۔ شعب ابی طالب میں نظر بندی، آپ کا معاشرتی بائیکاٹ، مختلف ذرائع سے اذیتیں، آپ اور پورے خاندان کیلئے صبر آزما مرحلہ تھا۔ یہ تکلیف دہ مراحل بھی آپ کی دعوت اسلام میں حائل نہ ہو سکے۔ دوسرا مرحلہ جس میں آپکو دنیا کی چمک عرب کی سلطانی و حکمرانی، دولت و ثروت اور پرکشش مراعات پیش کی گئی۔ لیکن توحید کی دعوت کے راستے میں رکاوٹ نہ بن سکیں۔ اور آپ کا مشن جاری و ساری رہا۔ طائف کا پرآشوب سفر جس میں آپ زخموں سے گھائل ہوئے خون آلودچہرہ مبارک، زخمی پاؤں.......... لیکن قوم کیلئے پھر بھی ہدایت کی امید...... اللھم اھد قومی فانھم لایعلمون۔

بالآخر آپ کو ہجرت کرنا پڑی اور آپ مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔ مدینہ منورہ پہنچ کر دعوتی سفر کا دوسرا مرحلہ شروع ہوتا ہے جس میں جہاد کو بھی دعوتی عمل میں شامل کیا جاتا ہے اور یہ اسلوب محض خون بہانے یا قتل و غارت کیلئے نہیں بلکہ اپنے دعوتی راستے میں آنے والی رکاوٹوں کو دور کرنے کا ایک ذریعہ ہے۔

مدینہ منورہ میں آپ کی پے درپے کامیابیوں نے عرب قبائل میں ایک سوچ پیدا کردی۔ خصوصاً غزوہ بدر سے فتح مکہ تک وقوع پذیر ہونے والے معرکوں نے دنیائے عرب میں ایک فکری انقلاب پیدا کر دیا اور اس دعوت کے نتیجہ میں گروہ در گروہ اسلام میں داخل ہونے لگے۔ خالق کائنات فرماتے ہیں: اذا جآء نصرالله والفتح ورأیت الناس یدخلون فی دین الله افواجا، فسبح بحمد ربك واستغفره انه کان توابا۔ پارہ ۳۰ سورۃ نصر۔

آپ کی رحلت کے بعد یہ تحریک برابر جاری رہی اور حضرات صحابہ کرامؓ نے پوری دیانت وامانت کے ساتھ اس دعوت کو لوگوں تک پہنچایا۔ اس کی وسعت جزیرہ عرب سے نکل کر پوری دنیا میں پھیل گئی۔ انہوں نے اسلامی تعلیمات قرآن حکیم اور فرامین نبوی کو سینہ در سینہ منتقل کیا۔ اور اسے احاطہ تحریر میں لائے تاکہ آنے والی نسلیں اس عالمگیر دعوت سے مستفید ہو سکیں۔ یہ کارواں بڑھتا چلا گیا۔ صحابہ سے تابعین اور تابعین سے تبع تابعین ائمہ کرام، فقہاء اور محدثین نے حتی المقدور اپنا فرض ادا کیا۔ اور لاکھوں افراد ان کے ہاتھوں مشرف بہ اسلام ہوئے۔ جو اسلام کے داعی اور مبلغ بنے۔

اللہ تعالیٰ نے ہر دور میں ایسے رجال رشید پیدا کئے جو اسلام کے رکھوالے اور محافظ بنے اور اسلام کی بنیادی تعلیمات کو اسکی اصل شکل میں لوگوں کے سامنے پیش کرتے رہے اور انہوں نے اسلام میں کسی دیگر فلسفے یا نظریے کو شامل نہ ہونے دیا۔ بلاشبہ یہ جماعت ہر عصر اور دور میں رہی ہے اور قیامت تک قائم رہے گی آپ ﷺ کا ارشاد ہے "عن ثوبانؓ قال قال رسول الله ﷺ لاتزال طائفة من امتی علی الحق ظاہرین لایضرھم من خالفھم حتی یاتی امرالله (ابوداود کتاب الفتن)

اس جماعت نے احیاء اسلام کیلئے بے پناہ قربانیاں دیں اور باطل نظریات کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ صعوبتیں اٹھائیں مگر ہمت نہ ہاری۔ انہوں نے

دعوت دین کا کام تقریروں، تحریروں اور جہاد کے ذریعے کیا۔ جس کے اثرات آج بھی محسوس کئے جاسکتے ہیں۔ وہ علماء اور مشائخ مدتوں ہوئی انتقال فرماگئے۔ لیکن اسلام کی خدمت کی بدولت ایسے محسوس ہوتا ہے گویا وہ ہمارے درمیان موجود ہیں۔

یہ سلسلہ جاری ہے اور قیامت تک جاری رہے گا۔ جب بھی اسلامی تعلیمات کو فراموش کیا جانے لگا۔ خالص توحید کی جگہ شرک نے لی اور مسلمان تباہ ہونے لگے۔ تو اللہ تعالیٰ کسی شخصیت کے ذریعے دین کی تجدید کرتے ہیں۔ انہی شخصیات میں سے الشیخ محمد بن عبدالوہابؒ ہیں جو اپنے وقت کے داعی اسلام، مصلح، مبلغ اور مجدد تھے۔ جنہوں نے اسلام کی نشاۃ ثانیہ کیلئے انتھک جدوجہد کی۔

الشیخ محمد بن عبدالوہابؒ ۱۱۱۵ھ مطابق ۱۷۰۳ء کو عینیہ نجد میں پیدا ہوئے۔ آپ کا تعلق قبیلہ تمیم سے تھا۔ دس سال کی عمر میں قرآن حکیم حفظ کیا۔ آپ نے دینی ماحول میں پرورش پائی۔ اپنے والد اور مقامی علماء سے ابتدائی دینی تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد حرمین شریفین کے علماء سے فیض یاب ہوئے۔ آپ کی زندگی پر تفصیلی گفتگو میرے دیگر رفقاء کریں گے۔ میں یہاں امام محمد بن عبدالوہاب کی صرف دعوتی خدمات کا ہی تذکرہ کرونگا۔

الشیخ محمد بن عبدالوہاب کی دعوتی خدمات

یوں تو الشیخ محمد بن عبدالوہابؒ کی پوری زندگی اسلام کیلئے وقف تھی۔ انہوں نے تمام شعبہ ہائے زندگی کیلئے اسلامی تعلیمات کو از سر نو مرتب کیا۔ اور اسکی تجدید کی ان کے دعوتی کارناموں میں دو چیزیں نہایت نمایاں ہیں۔ جن میں ایک عقیدہ توحید کا اُحیاء ہے۔ جبکہ دوسرا کتاب سنت کی طرف لوگوں کا رجوع۔

عقیدہ توحید:

مکہ مکرمہ کو یہ شرف حاصل ہے کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کا گھر بنایا گیا۔ جس کی تاسیس ابوالانبیاء سیدنا ابراہیمؑ اور انکے لخت جگر سیدنا اسمٰعیلؑ نے رکھی۔ قرآن حکیم میں ارشاد ہے "ان اول بیت وضع للناس للذی ببکۃ مبارکاوّھدی للعالمین" پارہ ۴ سورۃ آل عمران آیۃ ۹۶

اس گھر کو خالص توحید کا مرکز بنایا اور ہر قسم کی ظاہری اور باطنی نجاست سے پاک صاف کیا۔

یہ بات کسی سے مخفی نہیں کہ انسان میں دل معرفت اور یقین کا مستقر ہے۔ اور دل میں بہترین چیز عقیدہ توحید کا پختہ ہونا ہے۔ ان کے وجدان میں ایمان اور یقین کا حسین امتزاج قائم ہوجائے تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ اسکا پختہ رابطہ ہوجاتا ہے۔ عقیدہ توحید روز اول سے آج تک اپنے اصول اور قواعد پر اسی طرح سے قائم ہے۔ اس میں زمان و مکان کی وجہ سے کوئی تبدیلی وقوع پذیر نہیں ہوتی۔ اور نہ ہی کسی فرد یا قوم کی وجہ سے فرق پڑتا ہے۔ کیونکہ دین ایک ہے اور اسکی حقیقت توحید ہے۔ عقیدہ توحید بڑی نعمت ہے۔ جن لوگوں کو یہ دولت میسر ہے ان سے بڑھ کر کوئی خوش نصیب نہیں۔ جو صرف ایک اللہ کی عبادت کرتے ہیں۔ اور اسی کو مشکل کشا سمجھتے ہیں۔ اسی سے نعمتیں مانگتے ہیں۔ اور اسی کی پناہ میں جاتے ہیں۔

لیکن ذرا ان حضرات کو ملاحظہ فرمائیں جو چاند ستاروں کو تسخیر کررہے ہیں، خلاء میں بستیاں آباد کررہے ہیں لیکن عقیدہ توحید کی حقیقت سے ناآشنا ہیں۔ عیسائیت کی دنیا میں آج بھی تثلیث کا عقیدہ موجود ہے۔ حضرت عیسیٰؑ کو ابن اللہ کا خطاب دیتے ہیں اور الٰہ کا جز قرار دیکر انہیں معبود کا درجہ دیتے ہیں اور ستم ظریفی یہ ہے کہ اپنے ہاتھوں اس "الٰہ" کو مصلوب کرنے کا دعویٰ بھی کرتے ہیں۔ دنیا میں اس سے کمزور ترین نظریہ اور کیا ہوگا؟

کہتے ہیں کہ ایک مسلمان نے عیسائی پادری "جو حضرت عیسیٰؑ کی الوہیت اور انہیں مصلوب کرنے پر تقریر کررہا تھا" سے استفسار کیا کہ سنا ہے کہ فرشتوں کے سردار انتقال کرگئے ہیں۔ اس پر پادری سخت نالاں ہوا اور کہنے لگا کہ یہ کیسے ممکن ہے؟ فرشتے تو ہمیشہ کیلئے پیدا ہوئے۔ انہیں موت نہیں آسکتی۔ اس پر مسلمان نے برجستہ کہا کہ آپ کیسے مذہب کے داعی ہیں ابھی اپنی تقریر میں اللہ کو مصلوب کرنے کی بات کررہے تھے۔ یہ کیسا نظریہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی موت پر یقین کرتا ہے لیکن فرشتوں کو حیات جاوداں بخشتا ہے۔

حضرات گرامی قدر:

عقیدہ توحید کی دعوت ہی تمام انبیاء کرام کے درمیان قدر مشترک عمل ہے۔ ان کا وظیفہ یہی ہے کہ لوگوں کو ایک اللہ کی عبادت کیلئے بلائیں۔ ارشاد ربانی ہے:

وما ارسلنا من قبلك من رسول الا نوحی الیه انه لااله الا انا فاعبدون۔ پارہ ۱۷ سورۃ انبیاء آیۃ ۲۵

صحیح عقیدہ رکھنے والا نہایت بہادر، سچا اور کھرا انسان ہوتا ہے۔ اس کے دل میں صرف اللہ کی خشیت ہوتی ہے کیونکہ اسے معلوم ہے کہ عزت و ذلت، امیری و فقیری، بیماری و شفاء، عروج و زوال اسی کے ہاتھ میں ہے۔ جبکہ مشرک نہایت بزدل اور ڈرپوک ہوتا ہے وہ شجر، حجر، بے جان بتوں اور ہاتھ سے تراشے معبودوں سے ہر وقت ڈرتا ہے۔ وہ انہی کو عزت و ذلت، رزق و اولاد، نفع و نقصان کا مالک سمجھتا ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے گھر کو جو کہ بت پرستی کا گڑھ بن چکا تھا۔ پاک صاف کرنا چاہتے ہیں۔ اور سیدنا ابراہیمؑ کی دعا قبول فرماتے ہیں۔

ربنا وابعث فیهم رسولا منهم یتلوا علیهم آیاتك ویعلمهم الکتاب والحکمة ویزکیهم انك انت العزیز الحکیم. پاره ۱ سورة بقره آیة ۱۲۹

ایسا رسول جو انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دے۔ اور انکا تزکیہ کرے۔ آپ نے عام و خاص ذاتی اور اجتماعی زندگی میں برے رسم ورواج اور اندھی تقلید سے معاشرہ کو پاک کیا۔ اور خالص توحید پر اسلام کی بنیاد رکھی آپ نے فرمایا۔

عن ابن عمرؓ قال قال رسول الله ﷺ بنی الاسلام علی خمس شهادة ان لااله الا الله وان محمدارسول الله واقام الصلوة وایتاء الزکوة والحج وصوم رمضان . (رواه البخاری کتاب الایمان باب بنی الاسلام علی خمس)

آپ کی تعلیمات نے معاشرے میں یہ عقیدہ پختہ کر دیا۔ لاتعبده الا ایاه، ولاتدعوا الاایاه، ولا تستعین الابه، ولا تتوکل الاعلیه،

آپ نے بت پرستی حجر شجر کی پوجا وثنیت اور دیگر معبودان باطلہ سے جزیرہ عرب کو صاف کیا۔ شرک کے خلاف آپ کی مہم آخر دم تک قائم رہی۔ حتی کہ آپ نے وصال سے چند لمحے قبل ارشاد فرمایا تھا۔

عن عائشةؓ قالت قال رسول الله ﷺ لعن الله الیهود والنصاری اتخذوا قبور انبیاء هم مساجد.(رواه المسلم کتاب المساجدباب النهی عن بناء المسجد علی القبوروا تخاذ الصور فیها والنهی عن اتخاذ القبور مساجد)

آپؐ نے اپنا فرض منصبی کا پورا حق ادا کر دیا۔ اسلئے ارشاد ہے۔ الله اعلم حیث یجعل رسالته. پاره ۸ سورة انعام آیة ۱۲٤۔

اور جب کبھی جزیرہ عرب میں شرک نے سر اٹھایا۔ اور گمراہی پھیلی برے رسم ورواج پروان چڑھے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نیک بندوں کے ذریعے ان کی بیخ کنی کی۔ اور شرک وبدعات کا قلع قمع ہوا۔ انہی مؤحدین ائمہ میں سے داعی اور مبلغ الشیخ محمد بن عبد الوہابؒ ہیں جو سلف صالحین کے منہج پر کاربند تھے۔ اللہ تعالیٰ آپکو اعلیٰ علیین میں مقام عطا فرمائے۔

امام موصوف نے توحید کی دعوت بڑی حکمت اور جرأت کے ساتھ پیش کی ۔ لوگ شریعت کے منافی طریقوں سے وسیلہ پکڑتے اللہ تعالیٰ کے سوا اغیار سے مدد مانگتے۔ ان سے التجائیں اور دعائیں کرتے غیر شرعی فیصلے کرتے۔ قبروں کو چونا گچ کرتے اور قبے بناتے، ان پر بڑی بڑی عمارتیں تعمیر کرتے ۔ جہالت کا دور دورہ تھا۔ لوگ توہم پرستی میں مبتلاء تھے۔ نجومیوں سے مدد طلب کرتے ، ایک دوسرے پر غلبہ پانے کیلئے سحر اور جادوگری کرتے ، فال نکالتے اور غیر اللہ کی قسمیں کھاتے۔

ان حالات میں امام موصوف نے توحید کا علم بلند کیا۔ دعوت و تبلیغ کا راستہ اختیار کیا۔ اللہ پر توکل اور بھروسہ کیا۔ "فاذاعزمت فتوکل علی الله۔" پارہ ۴ سورۃ آل عمران آیة ۱۰۹۔ اسلام کے بنیادی مسئلہ خالص توحید کو لوگوں کے سامنے پیش کیا۔ اور انبیاء کرام کی سنت کو زندہ کیا۔

آپ کی مسلسل محنت اور جدو جہد سے چند سالوں میں حالات تبدیل ہوئے۔ لوگ مسائل کی حقیقت کو سمجھنے لگے۔ اور آپ کی دعوت پر لبیک کہنے لگے۔ توحید کا پرچار ہوا اور آہستہ آہستہ نجد میں آپ کی دعوت مقبول ہوئی آپ کی انتھک کوششوں میں درعیہ کے امیر امام محمد بن سعود کی مخلصانہ رفاقت شامل ہے ۔ ان کی استقامت اور مساعی جمیلہ سے ہی الشیخ محمد بن عبد الوہاب کھل کر اپنی دعوت پیش کرتے رہے۔ موجودہ سعودی حکومت ان کے جداعلیٰ کا ہی صدقہ جاریہ ہے۔

نجد کا علاقہ شرک کا گڑھ تھا۔ الشیخ محمد بن عبد الوہاب نے یہیں سے عقیدہ کی درستگی کا آغاز کیا۔ انہوں نے اپنی دعوت میں لوگوں کو یہ احساس دلایا کہ دیگر تمام اعمال کا دارومدار صحیح عقیدہ پر ہے ۔ کمزور عقیدہ والا شخص توھم پرستی اور بدگمانی کا شکار رہتا ہے۔ مثلا مسلمان کا عقیدہ ہے اللہ وحدہ لاشریک ہے وہی رازق، مالک، عزت اور شفاء دینے والا ہے۔ اسکا عطا کردہ نظام ہی ہماری نجات کا ضامن ہے۔ لیکن اگر عقیدہ کمزور ہوگا۔ اللہ وحدہ لاشریک پر مکمل ایمان اور یقین نہ ہوگا۔ تو عطا کردہ نظام کو اپنے لئے کیونکر سودمند سمجھے گا اس لئے ضروری ہے پہلے اسکا عقیدہ درست کیا جائے۔ اسے احساس دلایا جائے کہ ہمارا خالق و مالک ہمارا خیر خواہ ہے۔ اسکا وضع کردہ نظام فطرت کے عین مطابق ہے۔ وہ اپنے بندوں پر بڑا رحیم ہے اور انسانوں کی بھلائی چاہتا ہے جب اسکا عقیدہ درست ہو جائے گا تو پھر وہ اپنے رب کی رضا اور خوشنودی کیلئے اسکی اطاعت و فرمانبرداری کرے گا۔ اسکو اپنا مشکل کشا سمجھے گا۔

اسی لئے امام موصوف نے سب سے پہلے عقیدہ توحید کی درستگی سے دعوت کا آغاز کیا اور

جب اس میں کامیاب ہوئے تو دیگر غلط رسم و رواج اور بدعات از خود ختم ہونے لگیں۔ یہی ایک صحیح عقیدہ والے مسلمان کی خوبی ہے کہ وہ اپنا سب کچھ اللہ کے لئے سمجھتا ہے۔

"ان صلاتي و نسكي ومحياى ومماتي لله رب العالمين لاشريك له وبذلك امرت وانا أول المسلمين.پارہ ۸ سورة انعام آيات ١٦٢-١٦٣

الشیخ محمد بن عبدالوہابؒ نہایت نرم خو مزاج کے مالک تھے۔ سخت سے سخت گفتگو بڑے حوصلہ سے سنتے اور تحمل وبردباری سے اسکا جواب دیتے۔ آپ نے اپنی دعوت کا اسلوب ایسا اختیار کیا کہ برے سے برا شخص بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہتا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے بہت جلد فکری انقلاب پیدا کردیا۔ جس کے اثرات صرف جزیرہ عرب تک نہیں رہے بلکہ اکناف عالم میں لوگ متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔

تصانیف کے ذریعے عقیدہ توحید کی دعوت:

امام محمد بن عبدالوہاب نے یوں تو لاتعداد کتب تصنیف کی ہیں۔ مگر آپ کی معرکۃ الآراء کتب عقیدہ توحید پر مبنی ہیں۔

۱)كتاب التوحيد فيما يجب من حق الله على العبيد ۲) كتاب الايمان ۳) أصول الايمان ۴) مفيدالمستفيدفي حكم تارك التوحيد ۵)كشف الشبهات

آپ نے اپنی کتابوں کے ذریعے عقیدہ توحید کا نہایت مثبت انداز میں پرچار کیا۔ اور توحید کی حقانیت اور اس کے تقاضوں سے بالتفصیل آگاہ کیا۔ توحید کے منافی تمام پہلوؤں کو اجاگر کیا اور اس میں پائے جانے والے شبہات کا دلائل اور براہین سے مسکت جواب دیا۔ اور کمال مہارت سے معترضین کو مطمئن کیا قرآن وحدیث کی روشنی میں سیر حاصل بحث کی۔

توحید کے معاملہ میں آپ کس قدر محتاط اور حساس تھے۔ اسکا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے۔ کہ آپ نے اپنی کتب میں شرک کی تمام اقسام کا احاطہ کیا ہے اور اس پر تفصیلی بحث کی اور بتایا ہے کہ کس طرح لوگ چھوٹی چھوٹی باتوں کی وجہ سے شرک میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اور متنبہ کیا کہ مسلمان ان معاملات میں بھی محتاط رہیں۔ مثلاً آپ نے رسول ﷺ اکرم کا واقعہ ذکر کیا کہ ایک شخص نے آپ کے سامنے یہ کہا: "ماشاء الله وشئت" تو رسول اکرم ﷺ نے اسے روکا اور جواباً فرمایا"أجعلتني لله ندا بل ماشاء الله وحده: (اخرجه البيهقي في السنن الكبرىٰ ۳ /۲۱۷ وفي الكتاب الاسمآء والصفات)

یہاں سے اندازہ لگائیں الشیخ موصوف نے کس قدر گہرائی کے ساتھ توحید کے مسئلہ کو سمجھانے کی کوشش کی ہے آپ کی تصانیف نے لوگوں کے فکرو نظر میں ایک انقلاب پیدا کیا۔ اصلاح عقیدہ میں آپ کی کتب کی اشد ضرورت آج بھی اسی طرح محسوس ہوتی ہے۔

آپ نے اپنی کتب میں خالص توحید کی دعوت دیکر یہ احساس مزید پختہ کیا کہ توحید کے بغیر کسی عمل کی مقبولیت کا تصور نہیں یہی اسلام کی بنیاد اور اساس ہے۔ اگر توحید ہے تو اسلام کے باقی ارکان کی تکمیل نہ صرف آسان بلکہ اللہ تعالیٰ کو مقبول بھی ہے آپ نے جگہ جگہ توحید کو موضوع سخن بنایا۔ توحید الوہیت ، توحید ربوبیت اور توحید اسماء وصفات کا تفصیلی ذکر کیا۔ اور قدم قدم پر دعوت فکر دی کیونکہ اس وقت آپ کے گردو پیش جہالت اور گمراہی پر مبنی معاشرہ تھا۔ اللہ وحدہ لاشریک کی معرفت نہ ہونے کے برابر تھی۔ شخصیت پرستی، اہم مقامات کی تقدیس کی جاتی تھی۔ ان حالات میں آپ نے اپنی تحریر کے ذریعے اس معاشرہ کو حقائق سے آگاہ کیا اور انہیں دین اسلام کی اصل حقانیت سے بخوبی آگاہ کیا۔

کتاب وسنت کی دعوت:

الشیخ محمد بن عبدالوہاب کا یہ طرہ امتیاز ہے کہ انہوں نے اپنی پوری دعوت میں قرآن وسنت پر مکمل اعتماد کیا ہے اور تمام مسائل کے حل میں کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ سے رہنمائی حاصل کی۔ آپ قرآن وحدیث ہی کو شریعت اسلامیہ کا اصل مأخذ مانتے تھے۔ اس ماحول میں یہ بات بڑی عجیب وغریب تھی تقلید شخصی نے پورے معاشرے کو اپنے شکنجے میں لیا ہوا تھا۔ اور کوئی شخص تقلید سے باہر جانے کا سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ چہ جائیکہ وہ براہ راست قرآن وحدیث سے رہنمائی حاصل کرے یہی وجہ ہے کہ امام موصوف کی جرأت کو دین میں مداخلت کا نام دیا۔

حالانکہ آپ کی دعوت نئی نہیں تھی اور نہ ہی آپ نے نیا فلسفہ پیش کیا اور نہ ہی اسلام کی نئی تشریح کی بلکہ آپ نے امت مسلمہ کو اصل دین کی طرف رجوع کرنے کی دعوت دی اور انہیں براہ راست قرآن وسنت پر غور وفکر اور رہنمائی حاصل کرنے کا پیغام دیا۔ خصوصاً فقہی اختلافات میں شخصی رائے کو ترجیح دینے کی بجائے کتاب وسنت کے مطابق عمل کرنے کی دعوت دی۔

یقیناً یہ نئی بات نہ تھی اس سے قبل بھی ایسا ہوتا رہا۔ جب بھی لوگوں میں دیگر اقوام کے افکار ونظریات درآئے اور وہ راہ راست سے بھٹک

گئے تو علماء اسلام نے ان کی رہنمائی فرمائی اور انہیں صراط مستقیم کی طرف لے آئے۔ مسلمانوں کی کامیابی کا راز کتاب سنت سے رہنمائی حاصل کرنے میں ہے۔ جب تک مسلمان اس اصول پر کاربند رہے کبھی ناکام و نامراد نہیں ہوئے، نہ ہی ان میں تفرقہ بازی اور گرہ بندی پیدا ہوئی اور مکمل یکجہتی اتحاد و اتفاق سے اسلام کا ابدی پیغام پوری دنیا میں دیتے رہے۔ دیکھتے ہی دیکھتے اسلامی سلطنت کی وسعت لاکھوں مربعہ میل تک پھیل گئی، لاکھوں افراد حلقہ بگوش اسلام ہوئے یقیناً یہ بہترین زمانہ تھا۔ جس کی شہادت پیارے پیغمبر ﷺ نے دی آپ نے فرمایا:" عن عمران بن حصين قال سمعت رسول الله ﷺ يقول خير الناس قرني ثم الذين يلونهم ...."رواه الترمذي مع تحفة الاحوذي باب ما جآء في قرن الثالث ٢٢٨/٣

آپ کا دور تو سنہری تھا اس کے بعد خلفاء راشدہ کا زمانہ آیا۔ تو حضرات صحابہ کرام براہ راست قرآن و سنت سے استفادہ کرتے رہے۔ مسائل معاشرتی ہوں یا معاشی، ازدواجی زندگی کے معاملات ہوں یا خاندانی، تعلیم ہو یا تربیت دعوت کا کام ہو یا جہاد کا۔ انتظامی مسائل ہوں یا عدالت۔ بیت المال ہو یا سماجی کام غرضیکہ صحابہ کرامؓ نے کتاب و سنت ہی کو رہنما مانا اور اختلاف کا شکار ہو کر گروہ بندی اختیار نہ کی اور خیر القرون کی صف میں شامل ہوئے۔

الشیخ محمد بن عبدالوہابؒ نے اپنے رسائل فتاویٰ یا تصنیفات میں کتاب و سنت کی طرف رجوع کرنے پر زور دیا ہے۔

آپ نے ایک موقعہ پر فرمایا لوگو! جان لو جب حق کا علم ہو جائے تو اسکی اتباع کرو، یاد رکھو! حق کو لوگوں کی کثرت مخالفت یا قلت موافقت نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ قلت و کثرت سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ بسا اوقات ایک شخص بھی حق کی بات کر سکتا ہے۔ آپ قرآن حکیم کے اس اصول پر سختی سے کاربند تھے۔ يا ايها الذين آمنوا اطيعوا الله واطيعوا الرسول واولي الامر منكم فان تنازعتم في شئي فردوه إلى الله والرسول ان كنتم تؤمنون بالله واليوم الآخر. پاره ٥. سورة النساء ٥٩.

دین اسلام مکمل ہو چکا اس میں کمی بیشی ممکن نہیں ہے۔ قرآن حکیم میں ارشاد ہے۔ اليوم اكملت لكم دينكم واتممت عليكم نعمتي ورضيت لكم الاسلام دينا. سورة مائدة پاره ٦ آية ٣.

دین کی تکمیل کو نعمت قرار دیا ہے۔ دین میں اضافہ کرنا یا تنقیص کرنا قطعاً درست نہیں۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے عن عائشةؓ قالت قال رسول الله ﷺ من أحدث في امرنا هذا ما ليس منه فهو رد" متفق عليه . مشكوٰة (كتاب الايمان باب الاعتصام بالكتاب والسنة)

آپ ان واضح احکامات پر سختی سے عمل کرتے تھے۔ شریعت میں شخصی رائے کو پسند نہ کرتے تھے۔ واضح اور صریح نصوص کے مقابلے میں اگر کوئی قول پیش کیا جاتا تو اس پر اظہار ناپسندیدگی فرماتے۔ حالانکہ یہ بات معروف ہے کہ آپ حنبلی المذہب تھے۔ لیکن کبھی بھی اپنے فتاویٰ میں اسکی چھاپ نہ آنے دیتے۔ نہ اس کا التزام اور اصرار کرتے، بلکہ صحیح احادیث کی موجودگی میں ڈنکے کی چوٹ پر حق بات کہتے تھے لیکن اس کے ساتھ تمام آئمہ، علماء کرام کی آراء کا بے حد احترام کرتے تھے۔

کتاب و سنت کیلئے آپ کا یہ اصرار دراصل مسلمانوں کو انکا بھولا ہوا سبق یاد کرانا مقصود ہے۔ ہم مسلمانوں کو بھی یہی سبیل اختیار کرنی چاہیے اور اسی پر عمل پیرا ہونا چاہیے۔ قرآن وحدیث سے استنباط اور استدلال سلف صالحین کے منہج کے مطابق کرنا چاہیے۔ لیکن اسکا یہ مطلب نہیں کہ ہم مخالفین کی پگڑیاں اچھالیں اور انہیں بے توقیر کریں۔ یاد رکھیں انعام یافتہ لوگ کبھی بھی شریعت کے معاملہ میں کسی شخص کی ذاتی رائے کو قرآن و سنت پر ترجیح نہیں دیتے اور نہ ہی گالی گلوچ کر کے مغضوب عليهم کی صف میں شامل ہوتے ہیں۔

اس ضمن میں آپ کا اسلوب بہت عمدہ تھا۔ کہا کرتے تھے۔ کہ انسان کو ہمیشہ علم کی طلب رہنی چاہیے۔ مسئلہ دریافت کرنے پر اگر صحیح معلوم ہو تو بیان کرے ورنہ معذرت کے ساتھ اللہ اعلم کہہ دے کیونکہ یہ عیب نہیں ہے۔ انسان کبھی بھی مکمل علم حاصل نہیں کر سکتا۔ حتی کہ انبیاء کرام کے بارے میں اللہ تعالی فرماتے ہیں۔ وما اوتيتيم من العلم الاقليلا. پاره ١٥ سورة اسراء آية ٨٥۔

مسائل بیان کرتے وقت نہایت احتیاط کی ضرورت ہے۔ لاعلمی اور جہالت کی بنا پر من گھڑت باتیں اللہ اور اسکے رسول ﷺ کی طرف منسوب کرنا نہایت برا عمل ہے۔

اس ضمن میں آپ نے چار اصول بیان کئے ہیں جن پر احکام کا دارومدار ہے (١) علم اور معرفت کے بغیر اللہ تعالی کے بارے میں بات کرنا حرام ہے۔ وان تقولوا على الله مالا تعلمون پاره ٨ سورة اعراف آية ٣٣۔ (٢) جہاں شریعت نے خاموشی اختیار کی ہو

وہاں اپنی جانب سے حلال حرام قرار دینا جائز نہیں ہے ۔ یاایها الذین آمنوا لا تسئلوا عن اشیاء ان تبدلکم تسؤکم .الایة (۳) واضح دلیل کو چھوڑکر متشابہ کی پیروی کرنا گمراہ لوگوں کا کام ہے۔ فاماالذین فی قلوبهم زیغ فیتبعون ماتشابه منه . پاره ۳ سورة آل عمران آیة ۷.

چونکہ روافض اور خوارج متشابہ پر عمل کیا کرتے تھے۔ (۴) نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔ ان الحلال بین والحرام بین وبینهما مشتبهات.(صحیح البخاری صفحه ۱۳)

اگر ہم صدق دل سے ان اصولوں پر کار بند ہوں اور خلوص نیت سے کتاب وسنت پر عمل کا عزم کرلیں تو کوئی وجہ نہیں کہ ہم میں اتحاد واتفاق پیدا نہ ہو۔

ہمیں ایسا اسلوب اختیار نہیں کرنا چاہئے کہ بعض مسائل میں صرف اس لئے اختلاف کریں کہ وہ ہمارے مسلک اور مذہب کے مطابق نہیں ہیں یا وہ مسئلہ خلاف عادت اور لوگ ناپسند کرتے ہیں۔ اسی طرح کسی مسئلہ پر حکم صادر کرنا یا اسے غلط کہنا اس وقت تک درست نہیں ہے جب تک دلیل یا علم نہ ہو۔

اختلافی مسائل بیان کرتے وقت بہت احتیاط کی ضرورت ہے۔ انسان تحمل اور بردباری کا مظاہرہ کرے۔ علماء کرام کا احترام کے ساتھ ذکر کرے۔ ان کے مقام ومرتبہ کا لحاظ کرے۔ آپؐ نے فرمایا۔ انزلوا الناس منازلهم.(ابوداود مع عون المعبود ۴/۴۱۱ باب فی تنزیل الناس منازلهم) کیونکہ وہ جو کچھ بھی بیان کرتے ہیں۔ پورے خلوص اور دیانت داری سے کرتے ہیں نصوص سے استدلال کرتے وقت اسکی تفہیم میں فرق آسکتا ہے ایسا شخص اجر سے محروم نہیں ہے۔ آپؐ نے فرمایا۔ جس نے اجتہاد کیا۔ عن ابی هریرةؓ قال قال رسول الله ﷺ اذا حکم الحاکم فاجتهد فاصاب فله اجران واذا فاجتهد فاخطاء فله اجر (نسائی کتاب آداب القضاة باب الاصابة فی الحکم)

ان باتوں سے اندازہ کرنا ذرا مشکل نہیں۔ کہ الشیخ موصوف کا اصلوب اور دعوت کا طریقہ کار کس قدر واضح اور روز روشن کی طرح عیاں ہے ۔ جن کے خیال میں الشیخ محمد بن عبدالوہابؒ نے آئمہ کرام اور فقہاء اسلام سے الگ راستہ اختیار کیا ہے یا کوئی نیا مذہب لائے ہیں اور آپ کی دعوت کو وھابیت کا نام دیتے ہیں۔ وہ لوگ حد سے تجاوز کرتے ہیں اور آپ پر کھلا بہتان اور الزام تراشی کرتے ہیں۔

حالانکہ آپ کی گفتگو اور تحریروں سے بخوبی معلوم ہوتا ہے کہ آپ کس قدر صاحب بصیرت ہیں ۔ مخالفین کی بے حد تعظیم اور توقیر کرتے ہیں۔ ان کی گفتگو کو پورے انہماک سے سنتے ہیں اور نرم لہجہ میں دلائل کے ساتھ جوابات دیتے ہیں۔ کسی جگہ بھی ہٹ دھرمی، ضد کا مظاہرہ نہیں کرتے۔ بلکہ جگہ جگہ پر اس بات کا اظہار کرتے ہیں کہ دین ایک ہے اسکو سمجھنے میں اختلاف ممکن ہے۔ لیکن بات ایک صحیح ہوسکتی ہے۔ اور وہ جو محبوب خدا حضرت محمد ﷺ نے فرمائی ہے۔

چونکہ آپ نے اپنی دعوت میں کتاب وسنت کو اساس اور بنیاد بنایا ہے اور پورے شرح صدر سے یہ عوام الناس تک پہنچائی ہے اور صاف لفظوں میں یہ وضاحت بھی کردی۔ کہ لوگو: میں اپنی ذات کی دعوت ہرگز نہیں دیتا اور نہ ہی اپنی اطاعت اور فرمانبرداری کرنے کا مطالبہ کرتا ہوں۔ بلکہ میں نے کتاب وسنت کی مثالی دعوت آپ کے سامنے پیش کی ہے اور سلف صالحین نے جو طریقہ کار اختیار کیا وہی بیان کرتا ہوں۔ اب اس پر غور وفکر کرنا آپ کی ذمہ داری ہے۔

اگر یہ راستہ صحیح پاؤ تو بلا جھجک اس کی اطاعت کرو۔ کیونکہ ہماری اخروی نجات اطاعت رسول ﷺ میں ہی ہے۔

آپ ﷺ کا فرمان ہے۔ عن ابی هریرةؓ قال قال رسول الله ﷺ کل امتی یدخلون الجنة الامن أبی قیل ومن أبی یا رسول الله ﷺ قال من اطاعنی دخل الجنة ومن عصانی فقد أبی.(رواه البخاری ،مشکوة المصابیح،کتاب الایمان باب الاعتصام بالکتاب والسنة.)

اس لئے الشیخ محمد بن عبدالوہاب کی دعوت کسی خاص مسلک مذہب گروہ جماعت یا تنظیم کی طرف نہیں ہے۔ بلکہ یہ خالص اسلام کی دعوت ہے۔ اور آپ نے فرمایا: ولست ولله الحمد أدعوا إلی مذهب صوفی أو فقیه أومتکلم أو اما م من الائمة الذین اعظمهم مثل ابن القیم والذهبی وابن کثیر وغیرهم بل أدعوإلی الله وحده لا شریك له وأدعوا إلی سنة رسول الله ﷺ التی أوصی بها أول امته وأخرهم.

عالم اسلام پر دعوت کے اثرات:

امام محمد بن عبدالوہابؒ بلا شبہ بارھویں صدی ہجری کے مجدد اور مصلح تھے۔ آپ نے پورے خلوص، احسان اور اپنا احتساب کرتے ہوئے اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے لئے سعی اور جد جہد

کی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعوت کو شرف قبولیت سے نوازا اور یہ دعوت جزیرہ عرب تک محدود نہ رہی بلکہ پورا عالم اسلام اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا اور یہ دعوت عالمگیر حیثیت اختیار کر گئی۔ صحیح اسلامی نظریاتی اور فکری انقلاب برپا ہوا اور لوگوں میں توحید خالص اور کتاب سنت کی طرف میلان پیدا ہوا۔

الشیخ محمد بن عبدالوہابؒ نے اس دعوت کے لئے بہت مشکلات برداشت کیں۔ آپ نے صبر و تحمل کا مظاہرہ کیا۔ اور ثابت قدم رہے۔ حتی کہ آپ کو اپنے آبائی شہر عیینہ سے نکال دیا گیا۔ لیکن دعوت کا سلسلہ منقطع نہ کیا اور اللہ تعالیٰ پر مکمل بھروسہ اور اعتماد تھا۔ لہٰذا دنیاوی اسباب کی بھی پروا نہ کی اور صدق دل سے اپنے مشن کی تکمیل میں کام کرتے رہے۔

عالم اسلام میں الشیخ محمد بن عبدالوہابؒ کی دعوت مختلف طریقوں سے پہنچی۔

(۱) براہ راست جن لوگوں نے آپ کی دعوت کو قبول کیا اور اسکی تحقیق کی۔

(۲) تجارت اور حج کے ذریعے جو لوگ حجاز آئے اور آپ کی دعوت کا مطالعہ کیا۔

(۳) براہ راست اس دعوت کا مشاہدہ تو نہیں کیا۔ لیکن وہ کسی ایسی جماعت یا اصلاحی تنظیم کے ساتھ منسلک تھے۔ جن کے قائدین عالم اسلام میں اعلیٰ مقام رکھتے تھے اور اس تنظیم کے اہداف الشیخ موصوف کے مقاصد سے ملتے جلتے تھے۔

تفصیل میں جائے بغیر ہم یہاں نہایت اختصار کے ساتھ مختلف اسلامی ممالک میں اس کے اثرات کا تذکرہ کرتے ہیں۔

جزیرہ عرب:

اس دعوت کے اثرات آج بھی جزیرہ عرب میں بہت گہرے ہیں۔ متحدہ عرب امارات، کویت، بحرین، یمن، قطر اور خصوصاً سعودی عرب اسکا مرکز ہے اور اس دعوت کے لئے آج بھی بہترین ماحول اور مکمل آزادی حاصل ہے۔ حتی کہ سعودی عرب کی یونیورسٹیوں میں یہ نصاب شامل ہے۔

برصغیر پاک و ہند:

برصغیر پاک و ہند میں اسلام کے احیاء کے لئے شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی خدمات لائق تحسین ہیں۔ آپ اس خطے میں پہلی شخصیت ہیں جنہوں نے لوگوں کو براہ راست قرآن و حدیث سے مستفید ہونے کی دعوت دی۔ قرآن حکیم کا فارسی ترجمہ کیا اور حدیث نبوی ﷺ کو متعارف کرایا۔ اس کے بعد آپ کی صالح اولاد نے اس دعوت کا تسلسل جاری رکھا۔ حتی کہ الشیخ محمد بن عبدالوہابؒ کی دعوت کے اثرات بھی علماء کرام کے ذریعے برصغیر پہنچے اور اس طرح برصغیر میں ایک فکری تحریک پیدا ہوئی۔ جن کے زعماء میں مولانا نواب صدیق الحسن خان، سید اسمٰعیل شہید، مولانا امیر علی، مولانا جعفر تھانیسری، مولانا نذیر حسین محدث دہلویؒ وغیرہ شامل تھے۔

مراکش اور الجزائر:

مراکش، الجزائر، تیونس، وغیرہ میں بھی الشیخ موصوف کی دعوت کے اثرات پہنچے اور وہاں کے کبار علماء جن میں سیدی محمد بن عبداللہ، مولوی سلیمان اور مراکش کے ابو العباس کی خدمات قابل قدر ہیں۔ جنہوں نے اصلاح عقائد میں انتھک محنت کی۔

افریقی ممالک پر اثرات:

مغربی سوڈان میں الشیخ عثمان وان، الشیخ محمد بن عبدالوہاب کی دعوت سے بے حد متاثر ہوئے اور انہوں نے شرک و بدعات کے خلاف ایک تحریک پیدا کی جسکو بڑی پذیرائی ملی۔

اسی طرح مصر میں الشیخ محمد عبدہ نے مدرسہ سلفیہ کی بنیاد رکھی اور سلفی عقائد کی دعوت کا آغاز کیا۔ انہوں نے دو واضح مقاصد سامنے رکھے اور الشیخ محمد بن عبدالوہاب کی دعوت سے متاثر ہو کر یہ کام شروع کیا۔

(۱) بدعت و خرافات کے خلاف جدوجہد اور صحیح اسلامی عقیدہ کی ترویج۔

(۲) اجتہاد کا دروازہ کھولا جسے بعض ضعیف الاعتقاد مقلدین نے بند کر دیا تھا۔

اسی طرح اس دعوت کے نہایت مفید اثرات دیگر افریقی ممالک میں بھی پہنچے طوالت کی بنا پر اسکو ترک کیا جاتا ہے۔

مشرقی ایشیا:

جن میں انڈونیشیا، ملائیشیا، فلپائن، سری لنکا وغیرہ میں بھی یہ تحریک پیدا ہوئی اور لوگوں نے کھلے دل سے اسکو قبول کیا۔ باوجود یہ کہ ان ممالک کے رہنے والے اکثر لوگ شافعی المسلک ہیں۔ لیکن عقائد توحید خالص اور بدعات و خرافات میں انہوں نے الشیخ محمد بن عبدالوہاب کی دعوت کو دل و جان سے قبول کیا۔

ان تمام حقائق کو سامنے رکھ کر ہم بلا جھجک یہ کہہ سکتے ہیں کہ الشیخ موصوف کی دعوت کو عالمی سطح پر پذیرائی ملی۔ پورا عالم اسلام اس سے مستفید ہوا اور اسلام کی اصل تصویر بہت واضح انداز میں دوبارہ لوگوں کے سامنے پیش ہوئی۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ اس دعوت کے تسلسل کو اسکی روح کے ساتھ جاری رکھا جائے۔ اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے۔ امین۔

وما علینا الا البلاغ المبین۔